

میل حق



✽ مؤلف :

مولانا محمد شہزاد قادری ترائی

زاویہ

زاویہ پبلشرز

درجہ اولیت لاہور

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم
اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

خدا ایسی قوت دے میرے قلم میں
کہ بد مذہبوں کو سدھارا کروں میں

سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قوم کو جہالت کے اندھیرے سے نکال کر نورِ حق کی طرف لائے اور اسلام جیسا پاکیزہ اور پیارا مذہب عطا فرمایا جس میں ہر مسئلہ کا حل موجود ہے۔

قرآن مجید میں ہر چیز کا علم پوشیدہ ہے مگر ہماری ایسی بصیرت نہیں کہ ہم اس میں سے علم کے خزانے تلاش کر سکیں لہذا ہم قرآن مجید کو سیکھنے کیلئے احادیثِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے محتاج ہیں۔

احادیثِ مبارکہ میں بھی علوم کے خزانے موجود ہیں مگر احادیث کو سمجھنے کیلئے ہم فقہ کے محتاج ہیں، فقہ کے ذریعہ احادیث کو سمجھنا نہایت ہی آسان ہے کیونکہ قرآن مجید اور احادیث کے فیصلے کو مد نظر رکھ کر جن مسائل کا آسان حل پیش کیا گیا ہے اُسے فقہ کہتے ہیں۔

(1) تقلید کیا ہے ؟

تقلید کا اصل مطلب پیروی ہے جیسا کہ ہم مسلمان حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقلید یعنی پیروی کرتے ہیں۔ تقلید اسلام کی حفاظت کی وہ شمع ہے جس کی روشنی سے صحابہ کرام علیہم الرضوان نے فیض حاصل کیا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان سے تابعین منور ہوئے اور تابعین سے تبع تابعین نے دین کو سیکھا کیونکہ ان کا راستہ اللہ تعالیٰ تک لیجانا ہے جس کے بارے میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ

تیرے غلاموں کا نقش قدم ہے راہِ خدا وہ کیا بہک سکے جو یہ چراغ لے کے چلے

جوان کے نقش قدم پر چلتا ہے وہ کبھی بہک نہیں سکتا۔ تبع تابعین میں سے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد اور امام مالک رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اقوال کے مطابق دین آسان کر کے سمجھایا۔

قرآن مجید اور تقلید (پیروی)

ترجمہ: اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور انکا جو تم میں صاحب امر ہیں۔ (سورہ نساء: ۵۹)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اپنے محبوب اور صاحب امر (علمائے ربانین) کی اطاعت یعنی پیروی کا حکم دیا۔
دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: اور اس کی راہ چل جو میری طرف رجوع لایا۔ (سورہ لقمان: ۱۵)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہر اس شخص کی پیروی اور اطاعت کر جو تیرا رابطہ مجھ سے کرادے۔
تیسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو۔ (سورہ انبیاء: ۷)

اس آیت سے بھی تقلید (پیروی) کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان براہ راست سرکارِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم سے دین کا علم حاصل کیا کرتے تھے اسلئے انہیں کسی کی تقلید کی ضرورت نہیں تھی۔ سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ظاہری وصال کے بعد صحابہ کرام اور تابعین بھی اپنے درمیان موجود زیادہ صاحب علم صحابی کی تقلید کیا کرتے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرماتے تھے، جب تک یہ عالم تمہارے درمیان موجود ہیں مجھ سے مسائل نہ پوچھا کرو۔ (بحوالہ بخاری شریف)

یہی تقلید شخصی ہے جو دو صحابہ کرام علیہم الرضوان میں بھی موجود تھی۔ لہذا تمام دلائل و براہین سے ثابت ہوا کہ تقلید (پیروی) جائز ہے۔

قرآن مجید اور تقلید (پیروی)

ترجمہ: اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور انکا جو تم میں صاحب امر ہیں۔ (سورہ نساء: ۵۹)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اپنے محبوب اور صاحب امر (علمائے ربانین) کی اطاعت یعنی پیروی کا حکم دیا۔
دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: اور اس کی راہ چل جو میری طرف رجوع لایا۔ (سورہ لقمان: ۱۵)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہر اس شخص کی پیروی اور اطاعت کر جو تیرا رابطہ مجھ سے کرادے۔
تیسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو۔ (سورہ انبیاء: ۷)

اس آیت سے بھی تقلید (پیروی) کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان براہ راست سرکارِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم سے دین کا علم حاصل کیا کرتے تھے اسلئے انہیں کسی کی تقلید کی ضرورت نہیں تھی۔ سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ظاہری وصال کے بعد صحابہ کرام اور تابعین بھی اپنے درمیان موجود زیادہ صاحب علم صحابی کی تقلید کیا کرتے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرماتے تھے، جب تک یہ عالم تمہارے درمیان موجود ہیں مجھ سے مسائل نہ پوچھا کرو۔ (بحوالہ بخاری شریف)

یہی تقلید شخصی ہے جو دو صحابہ کرام علیہم الرضوان میں بھی موجود تھی۔ لہذا تمام دلائل و براہین سے ثابت ہوا کہ تقلید (پیروی) جائز ہے۔

(2) تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھوں کو کہاں تک اُٹھایا جائے؟

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز شروع کرنے کیلئے تکبیر فرماتے تھے تو ہاتھ اُٹھاتے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دونوں انگوٹھے کانوں کی لوتک ہوتے۔ (بخاری، ابوداؤد)

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب تکبیر فرماتے تو ہاتھ بلند فرماتے یہاں تک کہ دونوں ہاتھ کانوں تک پہنچ جاتے۔ (مسلم شریف)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، میں نے دیکھا کہ سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز شروع کرتے وقت اپنے ہاتھوں کو کانوں تک اُٹھاتے تھے۔ (صحیح مسلم، ج ۳ ص ۱۷۲، مسند امام اعظم، ص ۸۲)

اس حدیث شریف کو نسائی، طبرانی، دارقطنی اور بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔ (زجاجۃ المصاحح باب صفۃ الصلوۃ، ج ۱ ص ۵۶۹)

حضرت عبدالجبار بن وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے دیکھا کہ سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھ اس قدر بلند کرتے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھوں کے انگوٹھے دونوں کانوں کی لو کے مقابل ہو جاتے۔ (بخاری، ج ۱ ص ۱۰۲، ابوداؤد، ج ۱ ص ۱۰۲، سنن الکبریٰ للبیہقی، ج ۲ ص ۲۵)

امام حاکم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی طرح روایت کی اور فرمایا، اس حدیث کی سند صحیح ہے اور یہ بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق ہے اور اس میں کوئی ضعف نہیں ہے۔ (بخاری، ج ۱ ص ۲۲۶، سنن دارقطنی، ج ۱ ص ۳۳۵)

حضرت ابوسعید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک وہ اصحابِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرمایا کرتے تھے میں تم میں سب سے زیادہ سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کو جانتا ہوں جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو تکبیر فرماتے اور دونوں ہاتھ اپنے چہرے کے مقابل اُٹھاتے۔ (طحاوی شریف)

حضرت وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جب تم نماز ادا کرو تو ہاتھوں کو کانوں کے برابر کرو اور عورتوں کو چاہئے کہ وہ ہاتھوں کو سینے کے برابر کریں۔ (بخاری، ج ۱ ص ۷۹، معجم طبرانی کبیر، ج ۲۲)

ان تمام احادیث سے ثابت ہوا کہ سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ کے وقت اپنے ہاتھوں کو کانوں تک نہیں بلکہ کانوں کی لوتک اُٹھاتے تھے۔ اب آپ کے سامنے غیر مقلدین کے دلائل اور ان کے جوابات پیش کئے جائینگے۔

غیر مقلدین کے دلائل

غیر مقلدین کا نظریہ یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھوں کو کاندھوں تک اٹھایا جائے۔ اس ضمن میں غیر مقلدین تین حدیثیں لاتے ہیں۔

پہلی حدیث..... حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز مکتوبہ کیلئے تکبیر کہتے تو دونوں ہاتھ کاندھوں تک اٹھاتے۔ (طحاوی)

دوسری حدیث..... حضرت سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نماز شروع فرماتے تو ہاتھ بلند فرماتے یہاں تک کہ کاندھے کے مقابل آتے۔ (طحاوی)

تیسری حدیث..... حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے سالم بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا جب نماز شروع کرے تو کاندھے تک ہاتھ اٹھاتے، پس میں نے اس کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ وہ ایسا کرتے ہیں اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

غیر مقلدین کے دلائل کے جوابات

پہلی حدیث کا جواب..... حدیث علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دو طریقے سے جواب دیا گیا ہے اولاً یہ کہ حدیث میں فی نفسہ سقم ہے کیونکہ ابن خزیمہ یہی حدیث اور اسی ابن ابی الزناد کی سند سے روایت کرتے ہیں مگر اس میں ہاتھ اٹھانے کا مطلقاً ذکر نہیں ہے۔ اسی طرح عاصم ابن کلیب کی روایت میں بھی اصلاً ہاتھ اٹھانے کا ذکر نہیں ہے۔ ثانیاً حدیث ابن ابی الزناد میں خطا ہے اور جس حدیث میں خطا ہو اس کا جواب دینا ضروری نہیں ہے۔

دوسری اور تیسری حدیث..... یہ دونوں حدیثیں عذر پر محمول ہیں کیونکہ سخت سردی کی وجہ سے سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سر پر چادر ڈال کر نماز پڑھ رہے تھے اس لئے ہاتھ زیادہ نکالنا مشکل تھا۔ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی حدیث میں خود اس کی وضاحت فرماتے ہیں جو کہ طحاوی شریف میں موجود ہے۔

(3) نماز میں رفع یدین کرنا کیسا؟

رفع یدین کا مطلب یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھانے کے بعد رکوع میں جاتے وقت رکوع سے اٹھتے وقت ہاتھوں کو اٹھانے کو رفع یدین کہتے ہیں۔

احادیث کی رو سے نماز میں رفع یدین جائز نہیں بلکہ سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو اپنے ہاتھ کانوں کے برابر تک اٹھاتے پھر دوبارہ نہیں اٹھاتے۔

حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، کیا میں تمہیں سرکارِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نماز نہ پڑھاؤں؟ پھر انہوں نے نماز پڑھائی اور سوائے تکبیر تحریمہ کے کہیں ہاتھ نہ اٹھائے۔ (سنن ابوداؤد، ج ۱ ص ۱۰۹، سنن نسائی، ج ۱ ص ۱۱۹، شرح معانی الآثار، ج ۱ ص ۱۳۲، مصنف عبدالرزاق، ج ۲ ص ۷۱، مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱ ص ۲۳۶) امام ترمذی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے اور سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعدد صحابہ اور تابعین کرام اسی کے قائل ہیں۔ (بحوالہ جامع ترمذی، ج ۱ ص ۶۴)

فائدہ..... تمام روایوں میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث پر ہم اس لئے عمل کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے زیادہ سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب تھے اتنے قریب تھے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان ان کو سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہل بیت میں سے سمجھتے تھے لہذا جب قریب ہوئے تو سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ نماز پڑھتے دیکھا اور وہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز کے شروع میں صرف ایک مرتبہ تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھوں کو کانوں تک اٹھاتے پھر پوری نماز میں ہاتھوں کو نہ اٹھاتے۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو اپنے ہاتھ کانوں کے برابر تک اٹھاتے اور پھر دوبارہ ہاتھ نہیں اٹھاتے۔ (ابوداؤد، ج ۱ ص ۱۰۹، شرح معانی الآثار، ج ۱ ص ۱۳۲، سنن دارقطنی، ج ۱ ص ۲۹۳، ابن ابی شیبہ، ج ۱ ص ۲۳۶) حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی ان میں سے کسی نے بھی تکبیر تحریمہ کے سوا رفع یدین نہ کیا۔ (بحوالہ سنن دارقطنی، ج ۱ ص ۲۹۵، سنن الکبریٰ للبیہقی، ج ۲)

حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی، آپ نے سوائے تکبیر تحریمہ کے پوری نماز میں ہاتھ نہیں اٹھائے۔ (طحاوی شریف)

حضرت عاصم اپنے والد حضرت کلثب سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے اس کے علاوہ نہیں۔ (طحاوی شریف)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا، سات جگہوں پر ہاتھ اٹھانا سنت ہے، تکبیر تحریمہ کے وقت، استلام حجر اسود کے وقت، صفا پر، مروہ پر، عرفات میں، مقامین میں، جمرتین کے پاس۔ (بحوالہ جزء رفع الیدین للبخاری)

ان تمام احادیث سے ثابت ہوا کہ سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھائے، اس کے بعد پوری نماز میں ہاتھ نہ اٹھائے۔

رفع یدین ابتدائے اسلام میں تھا پھر منسوخ ہو گیا

حضرت جابر بن سرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا، میں دیکھتا ہوں کہ تم نماز کے دوران رفع یدین کرتے ہو جیسے سرکش گھوڑے اپنی ذم ہلاتے، ہیں نماز سکون سے ادا کیا کرو۔ (صحیح مسلم باب الامر بالسکون فی الصلوٰۃ، ج ۱ ص ۱۸۱، سنن نسائی، ج ۱ ص ۱۷۶)

حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی ہے وہ تکبیر تحریمہ کے سوا نماز میں کہیں بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

امام طحاوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، یہی عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جنہوں نے سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رفع یدین کرتے دیکھا (جس کا ذکر بخاری و مسلم میں ہے) پھر خود انہوں نے رفع یدین ترک کر دیا کیونکہ وہ منسوخ ہو گیا تھا۔ (شرح معانی الآثار، ج ۱ ص ۱۳۳، زجاجہ، ج ۱ ص ۵۷، مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱ ص ۲۳۷)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں وہ دس صحابہ کرام علیہم الرضوان جنہیں سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی یعنی عشرہ مبشرہ میں سے کوئی بھی تکبیر تحریمہ کے سوا رفع یدین نہیں کرتا تھا۔ (عمدة القاری شرح صحیح بخاری، ج ۵ ص ۲۷۲)

ان تمام احادیث سے ثابت ہو گیا کہ رفع یدین ابتدائے اسلام میں تھا، بعد میں منسوخ ہو گیا۔ لہذا اب رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت دونوں ہاتھ اٹھانا خلاف سنت اور ممنوع ہے۔

(4) نماز میں ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھیں

نماز میں مرد کیلئے داہنی ہتھیلی بائیں ہاتھ کے پشت پر ناف کے نیچے باندھنا سنت ہے۔

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نماز میں ناف کے نیچے ہتھیلی پر ہتھیلی رکھنا سنت ہے۔ (ابوداؤد، مطبوعہ بیروت)

بد مذہبوں کی خیانت

مندرجہ بالا ابوداؤد کی حدیث شریف جو ہم نے بیان کی یہ حدیث ابوداؤد شریف کے بیروت کے نسخے میں موجود ہے مگر بد مذہبوں نے اس حدیث کو نکال دیا ہے تاکہ سو سال گزرنے کے بعد مسلمان اس حدیث کو بھول جائیں۔

علقمہ بن وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں نے سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نماز میں داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھا ہوا دیکھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱ ص ۳۹۰)

حضرت ابو وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز میں ناف کے نیچے ہتھیلی پر ہتھیلی رکھنا سنت ہے۔ (ابوداؤد، مطبوعہ بیروت)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تین چیزیں اخلاقِ نبوت میں سے ہیں، افطاری جلدی کرنا، سحری میں تاخیر کرنا اور نماز میں داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا۔ (حاشیہ ابوداؤد شریف، عمدۃ القاری)

دارقطنی اور عبد اللہ ابن احمد نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ نماز میں ہاتھ پر ہاتھ رکھنا اور ایک روایت میں ہے داہنا ہاتھ بائیں پر رکھنا ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے۔

ان تمام احادیث سے ثابت ہوا کہ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا سنت ہے۔

(5) امام کے پیچھے قرأت کرنا منع اور ناجائز ہے

باجاماعت نماز کے وقت امام کے پیچھے مقتدی کو قرآن شریف پڑھنا سخت منع اور ناجائز ہے اور خاموش رہنا ضروری ہے۔

وَرَأَا قَرَى الْقُرْآنَ فَاسْتَمَعُوا لَهُ وَانصَتُوا لَكُمْ تَرْحَمُونَ (سورۃ اعراف: ۲۰۴)

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو کہ تم پر رحم ہو۔

تفسیر..... حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ سے واضح ہے کہ جب نماز میں قرآن مجید پڑھا جائے تو اسے توجہ سے سننا اور خاموش رہنا واجب ہے۔

جمہور صحابہ کرام و تابعین کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس آیت میں جو حکم مذکور ہے وہ نماز سے متعلق ہے یعنی مقتدی نماز میں امام کے پیچھے قرأت نہ کرے۔ (تفسیر مدارک التنزیل، زجاجة المصاحف باب القراءة فی الصلوة) اب احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں:-

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز سکھائی اور فرمایا، جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔ (صحیح مسلم، ج ۱ ص ۱۷۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔ امام مسلم نے فرمایا، یہ حدیث صحیح ہے۔ (صحیح مسلم، ج ۱ ص ۱۷۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، امام اسلئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے تو جب وہ تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کہے تو تم خاموش رہو۔ (ابوداؤد، ج ۱ ص ۸۹، نسائی، ج ۱ ص ۹۳، ابن ماجہ، ج ۱ ص ۶۳، مسند احمد، ج ۲ ص ۳۷۶)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جس کیلئے امام ہو پس بے شک امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے۔ (بحوالہ ابن ماجہ)

ان تمام احادیث سے ثابت ہوا کہ جب امام قرأت کرے تو مقتدی کا خاموش رہنا ضروری ہے۔ اب آپ کے سامنے غیر مقلدین کے دلائل نقل کرتے ہیں پھر اس کا جواب بھی دیں گے۔

غیر مقلدین کے دلائل

غیر مقلدین کا نظریہ یہ ہے کہ امام بھی قرأت کرے اور مقتدی بھی قرأت کرے۔ اس ضمن میں غیر مقلدین تین احادیث لاتے ہیں۔
پہلی حدیث..... حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اس کی نماز کامل نہیں جو سورۃ فاتحہ اور کوئی سورت نہ پڑھے۔ (ابوداؤد)

دوسری حدیث..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نماز پڑھے اور اس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھے تو وہ نماز بے جان ہے، بے جان ہے، بے جان ہے یعنی نامکمل ہے۔ (مسلم، ابوداؤد)

تیسری حدیث..... حضرت علاء بن عبد الرحمن سے مروی ہے کہ بے شک انہوں نے ابوسائب ہشام بن زہرہ کے آزاد کردہ سے سنا۔ وہ کہتے ہیں، میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا۔ آپ فرماتے ہیں کہ سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نماز پڑھے اور سورۃ فاتحہ نہ پڑھے تو وہ بے جان ہے، بے جان ہے، بے جان ہے یعنی نامکمل ہے میں نے کہا، ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ! کبھی میں امام کے پیچھے رہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اے فارسی! تو اسے اپنے دل میں پڑھ۔ (ابوداؤد)

غیر مقلدین کے دلائل کے جوابات

پہلی حدیث کا جواب..... غیر مقلدین کا مذہب امام کے پیچھے صرف سورۃ فاتحہ پڑھنا ہے اس کے علاوہ مقتدی کوئی سورت نہیں پڑھے گا۔ پیش کردہ حدیث میں الفاظ کہ سورۃ فاتحہ اور اس کے علاوہ کچھ پڑھے لہذا یہ حدیث ان کی دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ ان کے عقیدے کے خلاف ہے۔

ان کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی سند میں حضرت سفیان علیہ الرحمۃ ہیں۔ امام ابوداؤد علیہ الرحمۃ کی اس حدیث کے نقل کے بعد حضرت سفیان علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ یہ حدیث یعنی سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی اس کیلئے ہے جو تنہا پڑھ رہا ہو لہذا یہ حدیث احناف کیلئے دلیل بن سکتی ہے لیکن غیر مقلدین کیلئے نہیں کیونکہ ان کے نزدیک امام کے پیچھے قرأت فرض ہے اور احناف کے نزدیک تنہا نماز پڑھنے والے کیلئے سورۃ فاتحہ پڑھنا واجب ہے اور مطلقاً قرأت فرض ہے۔

دوسری اور تیسری حدیث کا جواب..... دوسری اور تیسری حدیث میں ہے کہ سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز نامکمل رہتی ہے اور جن چیزوں سے نماز نامکمل رہے وہ واجبات نماز میں سے ہے لہذا ان دونوں حدیثوں سے سورۃ فاتحہ پڑھنا واجب ثابت ہو سکتا ہے لیکن فرض نہیں۔ جب کہ غیر مقلدین کے نزدیک سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض ہے اس لئے یہ دونوں حدیثیں ان کے حق میں مفید نہیں ہے بلکہ یہ دونوں حدیثیں احناف کے مذہب یعنی سورۃ فاتحہ کے واجب ہونے پر دلیل ہے۔

تیسری حدیث میں فرمایا، اے فارسی! تو اسے دل میں پڑھ لیا کر یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے اور اس کا یہ مطلب ہے کہ تم اس پر غور و فکر کر لیا کرو۔

(6) نماز میں بسم اللہ شریف آہستہ پڑھنا

نمازی سورۃ فاتحہ سے پہلے اول بسم اللہ شریف آہستہ پڑھے یہ سنت ہے پھر الحمد للہ سے قرأت شروع کرے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور سرکارِ صدیق اکبر اور فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہما کے پیچھے نمازیں پڑھیں ان میں سے کسی کو نہ سنا کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے ہوں۔ (مسلم شریف، بخاری شریف، امام احمد) معلوم ہوا کہ بسم اللہ پڑھتے نہ سنا اگر وہ بلند آواز سے پڑھتے تو سنتے لیکن آہستہ پڑھی اس لئے نہ سنی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی ان حضرات میں سے کسی کو بسم اللہ شریف اونچی آواز سے پڑھتے نہ سنا۔ (نسائی، طحاوی شریف، ابن حبان) ابن ابی شیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسم اللہ شریف اور تَعُوذ اور ربنا لک الحمد آہستہ پڑھا کرتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ)

ان احادیث سے یہ ثابت ہوا کہ بسم اللہ شریف آہستہ پڑھنی چاہئے اس کے علاوہ عقل بھی اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ بسم اللہ بلند آواز سے نہ پڑھی جائے کیونکہ سورتوں کے اول میں جو بسم اللہ لکھی ہوتی ہے وہ ان سورتوں کا جو نہیں فقط سورتوں میں فصل کرنے کیلئے لکھی گئی۔

(7) امام اور مقتدیوں کو آہستہ آمین کہنا سنت ہے

ہر نمازی خواہ امام ہو یا مقتدی یا اکیلا اور نماز جہری ہو نماز سرّی ہو آہستہ آمین کہے اتنی آواز سے آمین کہے کہ خود اس کے کان میں برابر میں نماز پڑھنے والا بھی نہ سنے۔

ادعوا ربکم تفرعاً و خفیه (سورۃ اعراف: ۵۵)

اپنے رب سے دعا کرو گڑ گڑاتے (عاجزی سے) اور آہستہ۔

تفسیر..... اس آیت سے معلوم ہوا کہ دعا آہستہ آواز میں مستحب ہے۔ آمین کے معنی ہیں..... اے اللہ عزوجل! اسے قبول فرما۔ پس آمین دعا ہے اور اسے آہستہ ہی کہنا چاہئے۔

و اذا سئالتک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوة الداع اذا دعان

اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! جب لوگ آپ سے میرے متعلق پوچھیں تو میں بہت نزدیک ہوں مانگنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جو مجھ سے دعا کرتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ چیخ کر دعا اس سے کی جاتی ہے جو ہم سے دور ہو اللہ عزوجل تو ہماری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے پھر چیخ کر دوران نماز سورۃ فاتحہ کے بعد آمین کہنا قرآنی تعلیمات کے خلاف ہے اس لئے کہ آمین بھی دعا ہے۔ اب آپ کے سامنے احادیث کی روشنی میں آہستہ آمین کہنا ثابت کریں گے۔

حضرت علقمہ بن وائل رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب 'غیر المغضوب علیہم ولا الضالین' پڑھا تو آپ نے آہستہ آواز میں آمین کہی۔ (جامع ترمذی ابواب الصلوٰۃ، ج ۱ ص ۶۳)

اس حدیث کو امام حاکم، امام احمد، ابو داؤد الطیالسی، ابویعلیٰ، طبرانی اور دارقطنی نے بھی روایت کیا ہے۔ امام حاکم نے کہا، یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرف کے موافق صحیح ہے۔ (متحدک للحاکم، ج ۲ ص ۲۳۲، زجاجۃ المصانیع، ج ۱ ص ۶۵۲)

حضرت ابو وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تسمیہ (بسم اللہ الرحمن الرحیم) اور آمین بلند آواز سے نہ کہتے تھے۔ (بحوالہ عمدۃ القاری شرح بخاری)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ امام کو چار چیزیں آہستہ کہنی چاہئے: ثناء (سبحانک اللہم)، تعوذ (اعوذ باللہ)، تسمیہ (بسم اللہ) اور آمین۔ (مصنف عبدالرزاق، ج ۲ ص ۸۷)

لہذا تمام دلائل کی روشنی میں ثابت ہوا کہ آمین آہستہ کہی جائے۔ عقل کا بھی تقاضا ہے کہ آمین آہستہ کہی جائے کیونکہ قرآن کریم کی آیت یا کلمہ قرآن نہیں اور نہ ہی جبریل امین اسے لائے بلکہ دعا اور ذکر ہے جس طرح ثناء، تسبیحات رکوع و سجود، التحیات، دُرواد براہیم اور دعا ماثورہ وغیرہ آہستہ پڑھی جاتی ہیں ایسے ہی آمین بھی آہستہ ہونی چاہئے۔ چیخ کر زوردار آواز میں آمین کہنا قرآنی تعلیمات کے خلاف ہے۔

غیر مقلدین کے دلائل

غیر مقلدین کا نظریہ یہ ہے کہ آمین چیخ کر کہی جائے۔ اس ضمن میں غیر مقلدین کے دلائل اور پھر ان کے جوابات نقل کئے جائیں گے۔
پہلی حدیث..... حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب ولا الضالین پڑھتے تھے تو اپنی آواز کھینچ کر آمین کہتے۔ (ترمذی شریف)

دوسری حدیث..... حضرت عطاء نے فرمایا کہ آمین دعا ہے۔ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آمین کہا اور آپ کے پیچھے والوں نے یہاں تک کہ مسجد گونج اٹھی۔ (بخاری شریف)

غیر مقلدین کے دلائل کے جوابات

پہلی حدیث کا جواب..... حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہم نے بھی نقل کی کہ سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آہستہ آمین کہی اور اس حدیث میں ہے کہ آواز کو بلند فرمایا۔ لہذا ان دونوں حدیثوں کے مابین تطبیق یوں نکلی وہ یہ کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آمین کو مدِّ عارض کے ساتھ ادا کیا نہ کہ مدِّ قصر کے ساتھ۔ ایسی صورت میں دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے گا اور احناف اسی تطبیق پر عمل کرتے ہوئے آمین آہستہ کہتے ہیں۔

اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ بلند آواز سے آمین کہنا اتفاقیہ ہے قصد انہیں معمول کے مطابق آمین آہستہ کہنا ثابت ہے۔
 اس کا تیسرا جواب یہ ہے کہ ایسا کرنا بیانِ تعلیم کیلئے ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ امام اور مقتدی دونوں کیلئے آمین آہستہ کہنا سنت ہے۔
دوسری حدیث کا جواب..... بخاری شریف کی اس حدیث کو سمجھنے کیلئے پوری روایت ذہن نشین کریں اور وہ یہ ہے کہ حضرت ابن جریج نے حضرت عطاء سے روایت کی کہ میں نے ان سے پوچھا، کیا حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سورۃ فاتحہ کے اختتام پر آمین کہتے تھے؟ آپ نے فرمایا 'جی ہاں' اور وہ لوگ بھی آمین کہتے تھے جو آپ کے پیچھے ہوتے تھے یہاں تک کہ مسجد میں آواز گونج جاتی تھی پھر فرمایا کہ آمین دعا ہے۔

اس پوری روایت کے بعد یہ احتمال بھی پیدا ہوتا ہے کہ نماز کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ جب قاری خارج نماز تلاوت کرتا ہے تب بھی سورۃ فاتحہ کے اختتام پر تالی اور سامع آمین کہتا ہے ممکن ہے کہ وہی کیفیت مراد ہو۔ باقی رہا کہ و من ورائہ سے کچھ اشارہ ملتا ہے کہ نماز میں آمین کہنا مراد ہے لیکن یہ اشارہ بھی یوں خارج ہے کہ قاری جب تلاوت کرتا ہے تو لوگ اس کے گرد حلقہ بنا کر بیٹھتے ہیں ایسی صورت میں کچھ لوگ پیچھے بھی ہوتے ہیں ممکن ہے کہ انہی لوگوں کو و من ورائہ یعنی پیچھے والے لوگوں سے تعبیر فرما رہے ہوں اس احتمال کے بعد حدیث مذکورہ سے استدلال باقی نہیں رہتا۔

اگر مذکورہ صورت نہ بھی ہو تب بھی یہ روایت درایت کے خلاف ہے کیونکہ اس وقت مسجد کی چھت کھجور کے پتوں وغیرہ سے بنائی جاتی تھی اور ایسی چھت میں آواز گونجتی نہیں ہے اس لئے یہ روایت درایت کے خلاف ہے۔

(8) رکوع و سجود کی تسبیح کا مسئلہ

رکوع میں کم از کم تین مرتبہ سبحان ربی العظیم اور سجدہ میں کم از کم سبحان ربی الاعلیٰ کہنا سنت ہے اس کے علاوہ جو دعائیں منقول ہیں وہ سب نوافل کیلئے ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص رکوع کرے تو اپنے رکوع میں تین مرتبہ سبحان ربی العظیم کہے پس اس کا رکوع مکمل ہو گیا اور یہ اس کی ادنیٰ مقدار ہے اور جب سجدہ کرے تو اپنے سجدے میں تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ کہے پس اس کا سجدہ مکمل ہو گیا اور یہ اس کی ادنیٰ مقدار ہے۔ (ترمذی شریف، ابوداؤد شریف، ابن ماجہ)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک انہوں نے سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی پس سرکارِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رکوع میں سبحان ربی العظیم اور اپنے سجدے میں سبحان ربی الاعلیٰ پڑھتے اور کسی آیتِ رحمت پر نہ آتے مگر وقف کرتے اور سوال کرتے اور کسی آیتِ عذاب پر نہ آتے مگر وقف کرتے اور اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرتے۔ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب (قرآن کی آیت) فسبح باسم ربك العظیم نازل ہوئی تو سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اسے اپنے رکوع میں رکھ لو اور جب (قرآن کی آیت) سبح اسم ربك الاعلیٰ نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسے سجدہ میں رکھ لو۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

(9) تشہد کے الفاظ

حضرت شقیق بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب ہم لوگ سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تو السلام علی جبریل و میکائیل اور السلام فلاں فلاں کہتے تھے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ سلام ہے پس تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو چاہئے کہ یوں کہے التحیات اللہ الخ (پوری التحیات) پس جب تم یہ کہہ لو گئے تو تمہارا سلام زمین و آسمان پر اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو پہنچے گا پھر اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمدا عبده و رسوله کہے۔ (بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)

حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی برکت

حضرت نصیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ میں نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! لوگوں میں تشہد کے الفاظ سے متعلق شدید اختلاف پایا جاتا ہے کس حدیث شریف پر عمل کیا جائے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حدیث ابن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو لازم پکڑ لو۔ (عمدة القاری، البوسطری)

(10) اقامت کا بیان

اقامت مثل اذان کے ہے صرف قد قامت الصلوٰۃ کا اضافہ ہے۔ اس میں اذان کی طرح دو دو کلمات ہیں۔ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اذان کے کلمات دو دو مرتبہ تھے اذان اور اقامت دونوں میں۔ (بحوالہ ترمذی شریف)

حضرت اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذان اور اقامت میں دو دو مرتبہ ادا فرماتے تھے۔ (طحاوی شریف)

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ بے شک سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں اقامت میں دو دو کلمات سکھائے۔ (طحاوی شریف، ترمذی شریف)

لہذا احادیث کی روشنی میں یہ بات واضح ہو گئی کہ اقامت مثل اذان ہے اقامت میں بھی اذان کی طرح دو دو کلمات ہیں۔

(11) وتر کی تین رکعتیں ہیں

وتر کی نماز ایک سلام سے تین رکعت ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زائد ادا نہیں فرماتے تھے۔ آپ چار رکعت (تہجد) ادا کرتے تھے پھر آپ تین رکعت (وتر) ادا فرماتے۔ (بخاری کتاب التہجد، ج ۱ ص ۱۵۴، مسلم شریف، ج ۱ ص ۲۵۴)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک طویل حدیث نقل فرماتے ہیں کہ سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین مرتبہ دو دو رکعت کر کے چھ رکعت (تہجد) پڑھی اور اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین رکعت وتر ادا کئے۔ (صحیح مسلم، ج ۱ ص ۲۶۱)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نمازِ وتر کی پہلی رکعت میں سورۃ الاعلیٰ، دوسری رکعت میں سورۃ الکافرون اور تیسری رکعت میں سورۃ الاخلاص پڑھتے اور تینوں رکعتوں کے آخر میں سلام پھیرتے۔ (سنن نسائی، ج ۱ ص ۱۷۵)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ امام ترمذی علیہ الرحمۃ نے کہا، اہل علم صحابہ کرام و تابعین کرام علیہم الرضوان کا یہی مذہب ہے۔ (جامع ترمذی ابواب الوتر، ج ۱ ص ۱۱۰، زجاجۃ المصنوع باب الوتر، ج ۲ ص ۲۶۳)

ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ وتر کی ایک نہیں بلکہ تین رکعتیں ہیں جس پر سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عمل رہا ہے۔

(12) تراویح کی بیس رکعتیں ہیں

تراویح کی بیس رکعتیں ہیں اور اسی پر سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عمل رہا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ بے شک سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان میں وتر کے علاوہ بیس رکعت پڑھتے تھے۔ (بحوالہ بیہقی، کتاب برہان الصلوٰۃ، ص ۴۲)

حضرت سائب بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں بیس رکعت تراویح ہوتی تھی اور حضرت عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور میں بھی بیس رکعت تراویح ہوتی تھیں۔ (موطا امام مالک، بیہقی شریف)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ماہ رمضان میں بغیر جماعت کے بیس رکعت تراویح اور نماز وتر ادا فرماتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱ ص ۳۹۴، زجاجۃ المصنوع)

جامع ترمذی، جلد اول، صفحہ ۱۳۹ پر ہے کہ امام ترمذی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اکثر اہل علم کا مذہب بیس رکعت تراویح ہے جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان سے مروی ہے۔ (جامع ترمذی)

جو لوگ آٹھ رکعت والی حدیث لاتے ہیں ان احادیث میں تراویح کا کہیں ذکر نہیں بلکہ وہ آٹھ رکعت تہجد کی ہیں جنہیں احادیث میں بیان کیا گیا ہے۔ لہذا یہ بات ثابت ہوئی کہ تراویح بیس رکعت پڑھنا سنتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔

(13) نماز جنازہ میں قرأت جائز نہیں

نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ یا کوئی اور سورت بطور قرأت جائز نہیں، اس میں ثناء، دُرود اور دعائے مغفرت کرنا سنت ہے۔
حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نماز جنازہ میں قرآن کی تلاوت نہیں کرتے تھے۔ (موطا امام مالک، ص ۲۱۰، مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۳ ص ۲۹۹)
حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز جنازہ میں قرآن کریم سے کچھ مقرر نہیں فرمایا۔ (بحوالہ زجاجۃ المصاحح کتاب الجنائز)
حضرت امام ترمذی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بعض اہل علم نے فرمایا ہے کہ نماز جنازہ میں قرأت نہیں کرنی چاہئے، نماز جنازہ تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء ہے۔ پھر سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر دُرود پڑھنا اور پھر میت کیلئے دعا مانگنا ہے۔ (جامع ترمذی ابواب الجنائز، ج ۱ ص ۱۹۹)

(14) غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں

امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں ہے لہذا خفیوں کو غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔
رواہ ابن ماجہ عن عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ہرگز کوئی میت تم میں نہ مرے جس کی اطلاع مجھے نہ ہو، اس لئے کہ اس پر میری نماز موجب رحمت ہے۔
فائدہ..... سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں سینکڑوں صحابہ کرام علیہم الرضوان نے وفات پائی کسی صحیح صریح حدیث سے ثابت نہیں کہ سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غائبانہ نماز جنازہ پڑھی۔ اگر نماز جنازہ غائبانہ جائز ہوتی تو سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ضرور پڑھتے۔ (از کتاب: غائبانہ نماز جنازہ، ص ۳۸، ۳۹، مصنف اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ)

نجاشی کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے میں حکمت

دلیل نمبر ۱..... حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غائبانہ نماز جنازہ جب سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پڑھائی تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے آنکھوں سے دیکھا کہ نجاشی کا جنازہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے حاضر کیا گیا اور یہ سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاصہ تھا۔
دلیل نمبر ۲..... صحیح ابن حبان میں عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن الصحابہ جمیعاً سے روایت ہے کہ سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، تمہارا بھائی نجاشی وصال کر گیا، اٹھو اس پر نماز پڑھو پھر سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہوئے صحابہ کرام علیہم الرضوان نے پیچھے صفیں باندھیں، سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چار تکبیریں کہیں۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے دیکھا کہ نجاشی کا جنازہ سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے تھا۔

دلیل نمبر ۳..... صحیح ابوعوانہ میں انہی سے روایت ہے کہ سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی اور ہم بھی اعتقاد کرتے تھے کہ جنازہ آگے موجود ہے۔ (از کتاب: غائبانہ نماز جنازہ، ص ۴۰)

اس حدیث مرسل اسولی کی کہ امام واحدی نے اسباب نزول قرآن میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ذکر کی کہ فرمایا حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے ظاہر کر دیا گیا، سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُسے دیکھا اور

(15) ننگے سر نماز پڑھنا کیسا؟

سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لیکر صحابہ کرام علیہم الرضوان، تابعین، تبع تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین اور خیر القرون سے لیکر آج تک بغیر ٹوپی کے نماز پڑھنے کے متعلق کسی نے بھی فتویٰ نہیں دیا۔

فقہاء کرام نے ننگے سر ہو کر نماز پڑھنے کو مکروہ لکھا ہے۔ (درمختار، ج ۱ ص ۱۵۱، بحر الرائق، ج ۳ ص ۳۴)

سر پر عمامہ باندھ کر نماز پڑھنا بہت افضل ہے۔ چنانچہ عمامہ شریف کے متعلق فضائل و برکات حدیثوں میں موجود ہے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے جمعہ میں عمامہ پہننے والوں پر درود بھیجتے ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنا دس ہزار نیکیوں کے برابر ہے۔ (دیلی)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمامہ کے ساتھ دو رکعتیں بے عمامہ کی ستر رکعتوں سے افضل ہیں۔ (مسند الفردوس)

فقہاء کرام نے ننگے سر نماز کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔

۱..... دل میں خیال ہو کہ نماز کوئی ایسی عبادت تو نہیں کہ وہ سر کو ہانپ کر ادا کروں یعنی اس نے نماز کو حقیر جانا اس لحاظ سے ننگے سر نماز پڑھنا کفر ہے۔

۲..... سستی و کاہلی کی وجہ سے ننگے سر نماز ادا کرنا مکروہ ہے۔

۳..... اگر عاجزی و انکساری کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھی تو جائز ہے۔

مگر افسوس کہ آج کل لوگ سستی و کاہلی اور شرم آنے کی وجہ سے ٹوپی نہیں پہنچے۔ عام حالت میں درکنار حالتِ نماز میں بھی ٹوپی نہیں پہنتے۔

(16) قربانی صرف تین دن ہے

الحمد للہ چودہ سو سال سے لوگ صرف عید الاضحیٰ میں تین دن قربانی کرتے ہیں اور یہی سنت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔
حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ قربانی یوم النحر یعنی دس ذی الحجہ کے بعد دو دن ہے۔ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو روایت کیا ہے۔ (بحوالہ مشکوٰۃ شریف)
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قربانی کے دن تین ہیں پہلا دن افضل ہے۔ (بحوالہ موطا امام مالک)
پوری دنیا میں حرمین طہین، پاکستان، ہندوستان، انڈونیشیا، عراق، مصر، افغانستان، بنگلہ دیش، سوڈان، عمان، اردن اور لبنان میں صرف تین دن یعنی ذی الحجہ کی دس گیارہ اور بارہ تاریخ ہی کے دن قربانی ہوتی ہے۔
بعض لوگ ایام تشریق کو بنیاد بنا کر کہتے ہیں کہ ایام تشریق عید الاضحیٰ کے چوتھے دن پڑھی جاتی ہے لہذا چوتھے دن قربانی بھی جائز ہے حالانکہ اگر ایام تشریق کو بنیاد بنایا جائے تو ایام تشریق تو ذی الحجہ سے شروع ہو جاتی ہے پھر تو نو ذی الحجہ کو بھی قربانی کرنی چاہئے۔
اس لئے یاد رکھئے کہ ایام قربانی ایام تشریق پر منحصر نہیں بلکہ قربانی کے ایام صرف تین دن ہیں جو کہ دس ذی الحجہ سے شروع ہو کر بارہ ذی الحجہ کی عصر تک ختم ہوتے ہیں چوتھے دن قربانی نہیں ہے۔

(17) کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا اور دعا کرنا

کھانا وغیرہ سامنے رکھ کر قرآن مجید میں سے کچھ سورتیں پڑھی جائیں اور اسکے بعد ایصالِ ثواب اور دعا کی جائے یہ عمل جائز ہے۔

دلیل نمبر ۲..... بخاری شریف اور مسلم شریف میں ایک طویل حدیث ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُمّ سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے گئے تو انہوں نے روٹی توڑ کر اس پر گھی ڈال کر سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی، آگے مسلم شریف کے الفاظ یہ ہیں، یعنی اس کھانے پر سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کچھ دعائیں کلمات کہے اور جو اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ پڑھتے رہے۔ (مسلم جلد دوم)

دلیل نمبر ۲..... امام نووی علیہ الرحمۃ کتاب الاذکار، صفحہ نمبر ۱۰۲ میں بروایت ابن النسی، عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے جب طعام آتا تو آپ یہ دعا پڑھتے:-

اللهم بارک لنا فیہا رزقنا وقنا عذاب النار بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے اللہ! تو نے ہمیں جو رزق دیا ہے اس میں برکت فرما اور ہمیں عذابِ دوزخ سے بچا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

دلیل نمبر ۳..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ غزوہ تبوک میں لوگ جب گرسنہ ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! لوگوں کا بچا کچھا کھانا منگوایئے اور اس کھانے پر اللہ تعالیٰ سے برکت کی دعا کیجئے۔ سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا 'ہاں' آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دسترخوان بچھوایا اور فرمایا، کسی کے پاس جو کچھ بچا ہے لے آؤ۔ کوئی مٹھی بر جو ر لایا، کوئی مٹھی بھر کھجور لایا، کوئی روٹی کا ٹکڑا لے آیا، یہاں تک کہ دسترخوان پر تھوڑا بہت ذخیرہ ہو گیا پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر برکت کی دعا فرمائی اور فرمایا کہ اپنے اپنے برتن کھولو۔ آخر حدیث تک۔ (بحوالہ مسلم شریف)

ان تمام احادیث سے ثابت ہوا کہ کھانا سامنے رکھ کر کلامِ پاک یا دعائیں کلمات پڑھنا سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنتِ مبارکہ ہے۔